اجمالی نتیجہ سالانہ امتحانات وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۱۴۳۱ھ/2010ء

درجہ	ممتاز	جید جداً	جید	مقبول	راسب	غائب	ضمنی	موقوف	کالعدم	میزان	فیصد نتیجہ
تحفیظ	16212	17310	10109	6476	5469	1520	......	......	220	57316	90%
عالمیہ بنین	398	3508	2248	795	412	175	356	18	25	7935	90%
موقوف علیہ	564	3697	2323	1172	354	113	51	6	54	8334	94%
عالیہ بنین	274	2534	2665	2256	2194	307	313	9	99	10651	75%
خاصہ بنین	366	2153	2265	2896	4280	596	246	14	126	12942	62%
عامہ بنین	677	4394	3505	3156	4143	993	257	32	152	17309	72%
متوسطہ	515	2657	1747	988	3450	839	1764	......	36	11996	53%
دراسات اول	33	145	72	80	129	203	1	......	5	688	71%
دراسات دوم	21	108	99	56	44	36	......	......	1	365	86%
دراسات سوم	22	56	13	16	4	11	1	......	1	124	95%
عالمیہ بنات	101	3516	4358	2347	1627	280	1969	51	18	14267	74%
عالیہ بنات	406	4781	3469	2874	1634	271	151	34	41	13661	86%
خاصہ بنات	568	5375	5047	4048	2531	620	223	48	39	18499	84%
عامہ بنات	1078	7657	6008	5014	6390	2537	590	189	58	29521	73%
دراسات اول	58	265	169	131	181	101	1	6	......	912	77%
دراسات دوم	60	162	74	69	45	21	1	......	......	432	89%
دراسات سوم	90	173	63	22	1	7	......	......	......	356	100%
میزان:-	21443	58491	44234	32396	32888	8630	5924	407	875	205288	80%

فہرست مضامین

کرنیں

وقتِ دعا ہے	مدیر کے قلم سے	۳

ارشاداتِ اکابر

منصب معلمین کے تقاضے	شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان	۵

مقالات و مضامین

سیلاب زدگان اور ہماری ذمہ داریاں	قاری محمد حنیف جالندھری	۸
کارکردگی وفاق	مولانا رشید اشرف	۱۰
مدارس عربیہ دینیہ اور نصابِ تعلیم	مولانا محمد یوسف بنوریؒ	۱۳
عصر حاضر میں قرآن کا مطالبہ	مولانا محمد سالم قاسمی	۲۳
رمضان کیوں آیا؟	مولانا محمد تقی عثمانی	۲۶
آداب المعلمین	مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی	۳۰
امام اعظم سیمینار	محمد کلیم اللہ	۳۵
امام اہل سنت کے عقائد ونظریات	مولانا عبدالحق خان بشیر	۳۷

کارکردگی وفاق

نتائج سالانہ امتحانات	ادارہ	۵۵

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کتب	تبصرہ نگار۔ن۔ر	۵۱

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر۔ سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر۔ ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر۔ اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: ۱۵ روپے، زر سالانہ مع ڈاک خرچ: ۱۸۰ روپے

وقتِ دعا ہے

مدیر کے قلم سے

ماہ رمضان اپنی تمام برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ سایہ فگن ہے، اس ماہ مبارک کی ساعتیں، قرآن مبین کی مسحور کن تلاوت سے معطر رہتی ہیں، مسجدوں میں، گھروں میں، شہروں میں، دیہاتوں میں، ہرسو، ہرسمت تلاوتِ قرآن کی ایمانی صدائیں گونجتی ہیں، مؤمن کی روح شاداب اور دل آباد رہتا ہے، معصیتوں اور نافرمانیوں کے ہجوم میں وہ اپنے رب کریم کی بارگاہ میں دامنِ عفوو بخشش پھیلاتا ہے، لجاتا اور گڑگڑاتا ہے، یہاں تک کہ اپنے رب کی شانِ کریمی سے مغفرت کا پروانہ حاصل کرنے اور مرادیں پانے میں بالآخر کامیاب ہوجاتا ہے۔

۱۴۳۱ھ کا ماہِ رمضان ایک ایسے وقت میں آیا کہ مسلمان اور عالم اسلام زخم خوردہ ہیں...... خاص کر مسلمانان پاکستان قدرتی آفات کی زد میں ہیں، سیلاب نے شہروں کے شہر اور بستیوں کی بستیاں اجاڑ دیں، متاثرین کی تعداد لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں اور مالی نقصانات کا اندازہ اربوں میں ہے، تازہ اخباری رپورٹ کے مطابق......

"سیلاب کے نتیجے میں اب تک 12 سو افراد جاں بحق اور ایک کروڑ 40 لاکھ افراد متاثر ہوئے، 2 لاکھ 88 ہزار مکانات تباہ ہوگئے، صوبہ خیبر اور پنجاب کے مختلف علاقوں میں وحشتناک تباہی پھیلانے کے بعد سیلاب کا رُخ صوبہ سندھ کی طرف ہے اور سکھر اور آس پاس کے اطراف کے سینکڑوں دیہات زیرآب آچکے ہیں، کہا جاتا ہے کہ ملک معیشت کے لحاظ سے دس سال پیچھے جاچکا ہے"۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ اس ہیبت ناک تباہی کے موقع پر متاثرین کے ساتھ عالمی، قومی اور ملکی سطح پر تعاون اور امداد کے لیے جو جوش اور جذبہ ہونا چاہیے، اور جس رفتار اور مقدار کے ساتھ ان کی دادرسی ہونی چاہیے، وہ نظر نہیں آرہی۔ کھلے آسمان کے نیچے لاکھوں مرد، خواتین اور بچے بھوک اور پیاس کی حالت میں بے یارو مددگار پڑے ہیں...... سرکاری اور غیر سرکاری ادارے اور رفاہی تنظیمیں متاثرین کو تھوڑا بہت تعاون پہنچانے کے لیے حرکت میں آئی ہیں، لیکن جس پیمانہ پر امدادی کاموں کی ضرورت ہے، وہ ناپید ہے۔

ماہ رمضان غم خواری اور بھائی چارگی کا مہینہ ہے، اس میں کسی کا درد اور غم دوسرے مہینوں کی بہ نسبت زیادہ محسوس ہوتا ہے، لیکن مصیبت کی اس گھڑی میں احساس کے وہ آثار نظر نہیں آرہے، شاید پے در پے صدموں نے ہمارے ملی اور قومی وجود سے احساس کا خاتمہ کردیا ہے...... یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ اس طرح کی آفات اور قدرتی حادثات انسانوں کو جھنجھوڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت کے تازیانے ہوتے ہیں، ارشاد خداوندی ہے: ﴿ما أصابکم من مصیبة فبما کسبت أیدیکم و یعفوا عن کثیر ﴾ ''تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ تو بہت ساری بداعمالیوں کو معاف بھی کردیتے ہیں''۔

کسی معاشرے میں دو نعمتوں کا ہونا، اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل و کرم کی علامت ہوتی ہیں، ایک امن، دوم فراوانیِ رزق...... قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان دو نعمتوں کا کئی جگہ ذکر کیا ہے، سورۂ قریش میں اللہ جل شانہ نے اپنی ان ہر دو نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے: ﴿ فلیعبدو ارب هذا البیت الذي أطعمهم من جوع وآمنهم من خوف ﴾ ......

اسی طرح سورۂ نحل میں اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی ہے: ﴿ وضرب اللّٰه مثلا قریة کانت آمنة مطمئنة یأتیها رزقها رغدا من کل مکان فکفرت بأنعم الله فأذاقها الله لباس الجوع والخوف بما کانوا یکسبون ﴾ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک بستی تھی جو اطمینان کی حالت میں بالکل پُرامن تھی اور ہر جگہ سے وہاں رزق فراوانی کے ساتھ آتا رہا لیکن جب وہاں کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ دونوں نعمتیں ان سے چھین لیں اور انھیں بھوک اور خوف کا عذاب چکھایا، امن وہاں سے ختم ہوگیا، وہ خوف اور بدامنی کا شکار ہوگئی اور رزق کی وسعت اور فراوانی کی جگہ بھوک اور قحط عام ہوگیا۔ قرآن کریم نے ﴿بما کانوا یکسبون ﴾ کہہ کر صراحت کردی کہ ان پر عذاب ان کی بداعمالیوں کے نتیجے میں آیا۔

بحیثیت مسلمان ہمیں اس طرح کی قدرتی آفات کو اپنے اعمال کے تناظر میں دیکھنا چاہیے، ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے آلودہ ہے، اس طرح کے قدرتی حادثات بے عمل یا بدعمل قوموں کو جگانے اور انھیں اپنے اعمال اور زندگی کی روشوں پر غور کرنے کے لیے قدرت کی طرف سے آتے ہیں، اگر یہ آفتیں، ان کے رجوع الی اللہ کا ذریعہ بن جائیں، وہ اپنے غلط رویوں سے باز آجائیں، بداعمالی کو چھوڑ کر نیکی کی راہ پر گامزن ہوجائیں تو یہی سمجھا جائے گا کہ شر سے خیر کی صورتیں نکل آئیں اور اگر کوئی، قدرت کے ان تازیانوں سے عبرت حاصل نہیں کرتا تو اس کی قسمت میں دنیا اور آخرت کی بربادی کے سوا کیا آسکتا ہے ﴿ولنذیقنهم من العذاب الأدنی دون العذاب الأکبر لعلهم یرجعون ﴾ اس بڑے عذاب سے پہلے ہم انھیں کم درجے کے عذاب کا مزہ بھی ضرور چکھائیں گے، شاید یہ باز آجائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آفتوں اور مصیبتوں میں مبتلا اس قوم پر رحم فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے ان تمام نقصانات کا ازالہ فرمائے جو ملک کے طول و عرض میں ہوئے ہیں۔ وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی آله أجمعین

منصب معلمین کے تقاضے

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى ، أما بعد فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ﴿لقد من الله على المؤمنين إذ بعث فيهم رسولًا من أنفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم و يعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفي ضلالٍ مبين﴾ وقال النبي ﷺ : " إنما بُعِثت معلّمًا ، وقال :" العلماء ورثة الأنبياء ،وإنما الأنبياء لم يورّثوا دينارًا ولا درهمًا ، إنما ورّثوا العلم ، فمن أخذه أخذ بحظ وافر ".

حضرات علمائے کرام! آپ مختلف علماء کے بیانات سے مستفید ہوتے رہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اس استفادہ کو آپ کے لیے خیر اور فلاح کا ذریعہ بنائے۔ مجھے مکلف کیا گیا ہے کہ میں آپ کے سامنے کچھ گزارشات پیش کروں، تو بحیثیت معلم اور مدرس میں اپنے تجربات کی روشنی میں بعض امور آپ کے سامنے پیش کروں گا، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اچھی نیت کے ساتھ ان باتوں کو کہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور پھر اس کا فائدہ مجھے اور آپ کو عطا ہو۔

جہاں تک تعلق ہے معلم کے فرائض کا اور اس کی ذمہ داریوں کا، تو اس سلسلے میں ایک بات اپنے تجربہ کی بنا پر آپ سے عرض کروں گا کہ طلبہ جو مدارس کے اندر علم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں، ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا اہتمام بے حد ضروری ہے اور میں نے یہ دیکھا ہے کہ آنے والے طالب علم اپنے ماضی کے اعتبار سے خواہ کیسے بھی رہے ہوں، لیکن مدرسے میں آنے کے بعد جب ان کو اچھا ماحول نصیب ہوتا ہے اور اچھی تربیت ان کے لیے فراہم کی جاتی ہے تو ان کی زندگی ہمیشہ کے لیے قابلِ رشک نہیں، انتہائی قابلِ رشک بن جاتی ہے۔ میں نے اس کا کئی مرتبہ مشاہدہ کیا ہے، اس لیے مدارس میں جہاں تعلیم کا اہتمام ہے وہاں تربیت کا اہتمام بھی ہونا چاہیے۔ تربیت کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ڈنڈا لیے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے پھرتے رہیں، ان کو مرعوب کرنے کے لیے خوف زدہ اور دہشت زدہ نہ بنائیں، بل کہ شفقت غالب ہونی چاہیے، کہیں ضرورتِ شدیدہ کے پیشِ نظر اگر تادیب کی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن عمومی احوال میں اور اکثر اوقات میں تربیت کے لیے شفقت کے پہلو کو غالب رکھنا چاہیے۔

دوسری ایک بات میں یہ سمجھتا ہوں کہ اچھے معلم اور مدرس کی پہچان یہ ہے کہ طلبہ اس کے سبق کو اتنی اہمیت دیں کہ وہ کسی قیمت پر اس کے سبق کو ناغہ کرنے لیے تیار نہ ہوں اور اس استاذ کے سبق کو یاد کرنے میں وہ مبالغہ کی حد تک کام لیں۔

اگر کوئی استاذ اس طرح ہے کہ طالب علم اس کے سبق میں کبھی آتا ہے، کبھی نہیں آتا، اس کے سبق کو یاد کرنے کا اہتمام نہیں کرتا تو وہ استاذ ناکام ہے، وہ کامیاب استاذ نہیں کہلائے گا۔ کامیاب استاذ وہی کہلائے گا جس کے سبق کے ساتھ طلبہ کو شغف ہو اور وہ اس کو ناغہ کرنے لیے تیار نہ ہو اور اس کو یاد کرنے کا پورا اہتمام کریں، یہ کب ہوگا؟...... یہ جب ہوگا جب کہ استاذ سبق کی ایسی تیاری کر کے آئے کہ وہ سبق اس کو زبانی یاد ہو، مختلف عنوانات سے وہ طلبہ کو سمجھانے پر قادر ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کتاب کے تابع ہو کر وہ بات کر رہا ہے، کتاب ہٹادی جائے تو وہ سبق کے بیان کرنے سے قاصر ہو، نہیں، نہیں! پورا سبق استاذ خود اپنے ذہن میں پورے طریقے سے محفوظ کرے اور پھر درس گاہ میں آئے اور سبق کی تقطیع کر کے اس کو سمجھائے، یہاں سے لے کر یہاں تک یہ مسئلہ بیان کیا گیا اور یہاں سے لے کر یہاں تک یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد اس جزء اول کا خلاصہ بھی نہایت آسان عنوان سے بیان کرے اور دوسرے جزء کا خلاصہ بھی نہایت آسان عنوان سے بیان کرے، پھر اس کے بعد کتاب پر منطبق کرے، اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو طالب علم کو بہت سہولت اور آسانی ہوتی ہے۔

ہم نے اپنے بعض اساتذہ کو دیکھا کہ ان کو سبق پڑھانے کے لیے کتاب کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، میں نحو میر اور ہدایۃ النحو کی بات نہیں کر رہا، بل کہ بیضاوی اور اسی طریقے سے توضیح تلویح اور اسی طریقے سے خیالی جیسی مشکل کتابیں استاذ کتابیں سامنے رکھے بغیر پڑھاتے تھے اور طالب علموں کو نماز میں وسوسے آسکتے ہیں، دعا کے وقت وسوسے آسکتے ہیں لیکن ان کے سبق میں وسوسہ بالکل نہیں آتا تھا، ایسی وہ طالب علموں پر گرفت قائم کر لیتے تھے تو اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کا سبق خوب یاد کرتے تھے اور ان کے سبق میں حاضری کا بڑا اہتمام ہوتا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ استاذ کو اس بات کی بہت رعایت کرنی چاہیے کہ وہ طلبہ جو جماعت میں کمزور ہیں، ان کو پیشِ نظر رکھ کر سبق پڑھائے۔ مختلف استعداد کے لڑکے ہوتے ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں جو خود ہی مطالعہ میں کتاب حل کر کے لاتے ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں جو استاذ کی بات سن کر کتاب کو بہت آسانی سے سمجھ جاتے ہیں، بعض بے چارے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو ایک مرتبہ بیان سے سبق سمجھ میں نہیں آتا تو ان کے لیے عنوان بدل کر آسان طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی جائے، اس سے بے نیاز ہو کر کہ سمجھ میں آرہا ہے یا نہیں آرہا ہے (ایسے ہی) پڑھانا، یہ کام درست اور صحیح نہیں۔

طلبہ کو سبق میں سوال کی اجازت بھی ہونی چاہیے، بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سبق میں طالب علم نے سوال کر لیا تو اس پر ناراض ہو جاتے ہیں، یہ طریقہ غلط ہے، یا الزامی جواب دے کر اس کو خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ بھی غلط ہے، بل کہ طالب علم کے سوال کا منشاء سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کو حل کرنے کے لیے اور طالب علم کو مطمئن کرنے لیے اطمینان بخش جواب دینا چاہیے۔

اسی طریقے سے یہ بھی ضروری ہے کہ طالب اور استاذ کے درمیان مرتبے کا فرق برقرار رہے، بعض استاذ طلبہ سے اتنے بے تکلف اور فری ہو جاتے ہیں کہ استاذ اور شاگرد کے مرتبے کی رعایت برقرار نہیں رہتی، یہ بھی بالکل غلط ہے۔ بعض ایسے عبوساً قمطریرا بن کر رہتے ہیں کہ طالب علم کو استاذ سے دریافت کرنے کی جرات اور ہمت نہیں ہوتی، یہ باتیں غلط ہیں۔ آپ کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ فرق مراتب بھی برقرار رہے اور طلبہ کو اپنا سوال پیش کرنے میں کسی طرح کی الجھن اور تکلف نہ ہو۔

اس کے علاوہ عام طور پر ہمارے مدارس کے اندر جو طلبہ پڑھنے کے لیے آتے ہیں، ان کی ذہن سازی اس نکتۂ نظر سے بے حد ضروری ہے کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیں۔ میرے کہنے کا منشا یہ ہے کہ بہت سے لوگ تعلیم تو حاصل کر لیتے ہیں اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد پھر تجارت کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں یا صنعت کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں یا اسی طریقے سے کوئی اور ذمہ داری اختیار کر لیتے ہیں اور دس پندرہ سال میں جو علم انہوں نے حاصل کیا ہے، اس سے نہ خود مستفید ہوتے ہیں اور نہ خلقِ خدا کو مستفید کرنے کے لیے کوئی منصوبہ بناتے ہیں تو اس بنا پر یہ بات بے حد ضروری ہے۔

میں نے بہت سے مولویوں کو دیکھا کہ انہوں نے پڑھا ہے، پڑھنے کے بعد عالم فاضل ہو گئے اور کئی میری نظر میں ایسے ہیں جن کی استعداد بہت اعلیٰ اور بہت عمدہ اور بہت بہترین تھی لیکن یہ کہ وہاں سے آنے کے بعد پیشہ اختیار کیا تو تعلیم و تدریس کا پیشہ اختیار نہیں کیا، کسی نے کہیں گاڑی چلانا شروع کر دی، کسی نے فوج کے اندر نوکری شروع کر دی، کسی نے کارخانہ لگا لیا تو اس طرح کے کام (یعنی) کارخانہ لگانے والے یا فوج کی نوکری کرنے والے کم نہیں ہیں، یہ لوگ لاکھوں کروڑوں میں سے سینکڑوں کی تعداد میں نہایت کم مقدار میں علم دین حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں، یہ اگر دین کی اشاعت کے لیے اپنے آپ کو مختص نہ کریں تو یہ نہایت افسوس کی بات ہے۔ میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ ان مولویوں نے علم حاصل کرنے کے بعد اپنی اولاد کو جو دوسرے شعبے کے ساتھ متعلق کر دیا اور علم دین کے لیے انہوں نے اپنی اولاد کا انتخاب نہیں کیا، وہ اپنے عمل سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم تو بد قسمت تھے جو ہم نے علمِ دین حاصل کیا، ہم اپنی اولاد کو بد قسمت نہیں بنائیں گے۔ تو کئی لوگ ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو عالم نہیں بناتے، خود عالم بنے، علم کو رواج دینے کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو مختص نہیں کیا اور اپنی اولاد کو بھی علم دین کے لیے مدارس میں داخل نہیں کیا، ایسے لوگ معاف فرمائیں ہماری نظر میں دین کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں...... اللہ تعالیٰ کے اس دین کی حفاظت کے لیے فراستِ نبوت کو نظر انداز کر کے دوسرے طریقوں کو خود اپنے لیے اختیار کرنا اور اپنی اولاد کے لیے اختیار کرنا انتہائی ناشکری کی بات ہے۔

بہر حال آپ حضرات، حضراتِ علمائے کرام کے بیانات سنتے رہتے ہیں، میری دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علم دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے اور آپ کی تمام توانائیاں اور آپ کی تمام صلاحیتیں وہ علم دین اور علمِ شریعت کی اشاعت اور اس کو عام کرنے لیے قبول فرمائے، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں اور آپ کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

سیلاب زدگان اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

پاکستانی قوم تاریخ کی شدید ترین آزمائش میں مبتلاء ہے۔ بحیثیت مجموعی ہمیں اس قدر امتحانات اور مشکلات سے کبھی دوچار نہیں ہونا پڑا۔ سیلاب کی وجہ سے زلزلے سے بھی زیادہ تباہی اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا اور خدشہ ہے کہ آنے والے دنوں میں نقصانات میں مزید اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اس حادثے کے دوران ایک طرف تو جانی نقصان ہوا جس کی تلافی کی کوئی صورت ممکن نہیں جبکہ مالی نقصان کا ازالہ بھی شاید برسوں نہ ہو پائے، جن لوگوں کے گھروں کا تمام اثاثہ سیلاب کی نذر ہو گیا، جن کے مال مویشی بہہ گئے، زمینیں ویران ہو گئیں، گھر کھنڈرات میں بدل گئے، ان کے درد و کرب کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟

سیلاب سے متاثرہ علاقوں کے احوال پڑھ کر، متاثرین سیلاب کی دلدوز داستانیں اور آپ بیتیاں سن کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ہنستے بستے گھرانوں نے کب سوچا تھا کہ پانی کا ریلا ان کا سب کچھ یوں بہالے جائے گا لیکن انسان اللہ کے اَمر کے سامنے بالکل عاجز اور بے بس ہے۔

اس قومی حادثے کے بعد اگرچہ الحمدللہ پوری قوم میں بیداری کی ایک لہر دیکھنے میں آ رہی ہے اور ملک بھر میں ہمدردی اور ایثار کے حیرت انگیز مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ زلزلے کے بعد جس طرح کا جوش وخروش تھا بحیثیت مجموعی ویسا جوش وخروش نظر نہیں آ رہا۔ اس لیے ہمیں ان دنوں میں ایثار و ہمدردی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات اور اسلاف کی شاندار روایات کی یاد دہانی کی ضرورت ہے۔

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت اپنے بندے سے دریافت فرمائیں گے "میں بھوکا تھا میں نے تم سے کھانا مانگا مگر تم نے مجھے کھانا نہ دیا...... میں پیاسا تھا میں نے تم سے پانی مانگا مگر تم نے مجھے پانی نہ دیا...... میں بیمار ہوا اور تم میری عیادت کو نہ آئے" بندہ عرض کرے گا "اے باری تعالیٰ! آپ تو بھوک، پیاس اور دکھ بیماری سے پاک ہیں، آپ کیسے بھوکے، پیاسے تھے اور آپ کب بیمار ہوئے؟" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، پیاسا تھا، بیمار تھا لیکن تم نے اسے کھانا نہیں کھلایا، پانی نہیں پلایا، عیادت نہیں کی تو گویا کہ تم نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، پانی نہیں پلایا اور میری عیادت نہیں کی"

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو جسدِ واحد سے تشبیہ دی ہے کہ اگر آدمی کے جسم کا ایک حصہ درد کر رہا ہو تو پورا بدن بے چین ہو جاتا ہے، اسی طرح جب کوئی ایک مسلمان مشکل میں ہو تو پوری ملت اسلامیہ کو بے تاب ہو جانا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک دیوار کے ساتھ تشبیہ دی جس کی اینٹیں ایک دوسری کے لیے تقویت کا باعث بنتی ہیں اسی طرح مسلمانوں کو بھی مشکل کی گھڑی میں ایک دوسرے کا سہارا اور دست و بازو بننا چاہیے۔

حضرات صحابہ کرام کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں کہ انصار صحابہ کرام نے ایثار کی کیسی کیسی مثالیں قائم کیں؟ بکرے کی ایک سری سات گھروں میں چکر لگا کر واپس پہلے گھر میں لوٹ آتی تھی، وہ اپنے مہمان کے لیے چراغ گل کر دیتے، انہیں کھانا کھلاتے، اپنے بچوں کو بھوکا سلاتے اور خود بھی صبر شکر سے کام لیتے تھے۔ اس دور کے خلفاء کا احساس ذمہ داری یہ تھا کہ وہ فرات کے کنارے

بھوک سے مرنے والے کتے کی بھی فکر کیا کرتے تھے، اپنی پیٹھ پر بوجھ لاد کر بھوکے پیاسے لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ آج انہی اسلامی تعلیمات وہدایات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے اور ہمارے حکمرانوں کو بھی وہی اسلاف کی مثالیں زندہ کرنے کی کوشش کرنی ہوگی ورنہ یہ حادثہ المیہ بن جائے گا اور المیہ بحران کی شکل اختیار کر جائے گا۔

اس بحران سے بچنے کے لیے جہاں ہر پاکستانی اور ہر مسلمان پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہیں علمائے کرام اور ارباب مدارس اور بالخصوص حکمرانوں پر سب سے زیادہ بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

☆ سب سے پہلی اور بڑی ذمہ داری تو حکمرانوں کی ہے کہ وہ اس موقع پر محض زبانی دعوؤں، کھوکھلے نعروں اور سیاسی بیانات کی بجائے عملی اقدامات پر توجہ دیں۔ سیلاب کے بعد پیش آنے والی صورتحال کا حسن تدبیر، مستعدی اور دیانت کے ساتھ تدارک کریں۔

☆ بدقسمتی سے بعض حکومتی اہلکار اس صورتحال کو پوائنٹ سکورنگ اور اپنی سیاسی کشمکش اور چپقلش کو ہوا دینے کے لیے استعمال کر رہے ہیں حالانکہ یہ وقت ایسا نہیں جب اس قسم کی افسوسناک سوچ اور قابل مذمت طرز عمل کا مظاہر کیا جائے۔

☆ حکومتی اداروں کے بارے میں بڑی تیزی سے رائے عامہ یہ بنتی جا رہی ہے کہ پاکستانی قوم پر آنے والے حوادث اور مشکلات کے بعد بیرونی امداد سمیٹی جاتی ہے لیکن وہ اصل مستحقین تک نہیں پہنچ پاتی۔ حکمران اس سوچ کی نفی کے لیے دیانت سے کام لیں اور ہر قسم کی امداد کو درست مصارف پر صرف کرنے کا انتظام کریں۔

☆ اگر کالاباغ ڈیم اور دیگر ڈیم بنا لیے گئے ہوتے تو آج اتنا نقصان نہ ہوتا لیکن ہمارے ہاں بدقسمتی سے قومی اور اجتماعی مفادات اور انتظامی معاملات کو محض لسانیت اور سیاست کی بنا پر پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ جو نہایت افسوسناک ہے۔ اس لیے اب بھی منصوبہ بندی، نئے ڈیموں کی تعمیر اور حسن تدبیر کا اہتمام کیا جائے۔

☆ حکمران اور عوام الناس سادگی اور کفایت شعاری سے کام لیں اور فضول خرچی، وی آئی پی کلچر اور بیرونی دوروں سے کم از کم مشکل کی اس گھڑی میں اجتناب کیا جائے۔

☆ اس حادثے کے بعد عوام الناس کو چاہیے کہ وہ رجوع الی اللہ کا اہتمام کریں اور اجتماعی توبہ کی فضا بنائی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام مسلمان اور محب وطن پاکستانی اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی خوب بڑھ چڑھ کر مدد اور خدمت کریں۔

☆ علمائے کرام، ارباب مدارس، مدارس دینیہ کے طلباء اور مذہبی رجحان رکھنے والے احباب الحمدللہ پہلے ہی اس سلسلے میں بہت فعال اور سرگرم عمل ہیں۔ دینی مدارس نے ابھی تک کروڑوں روپے کا امدادی سامان تقسیم کیا، بہت سے مدارس کے طلباء رضاکارانہ طور پر اپنی سالانہ تعطیلات رفاہی وفلاحی کاموں میں صرف کر رہے ہیں لیکن ضرورت اس اَمر کی ہے کہ اسے مزید منظم کیا جائے، اس مہم کو ایک تحریک کی شکل دی جائے، ہر مسجد لوگوں کے لیے پناہ گاہ بن جائے، ہر مدرسہ لوگوں کی ضروریات اور مسائل کے خاتمے کی جدوجہد کا مرکز بن جائے، ہر عالم دین اور ہر طالبعلم خود کو اللہ کی مخلوق کی خدمت کے لیے وقف کر دے کیونکہ یہ تاریخ کا نازک ترین مرحلہ ہے۔

اس وقت لوگوں کے ایمان بھی بچانے ضروری ہیں اور ان کی جانیں بھی بچانی ضروری ہیں، انہیں تسلی دینے کی بھی حاجت ہے اور وہ تعزیت کے بھی مستحق ہیں، ان کے زخموں پر مرہم رکھنا بھی لازم ہے اور ان کے درد کا مداوا بھی ضروری ہے۔ مجھے امید ہے کہ علمائے کرام، ارباب مدارس، طلباء کرام اور تمام اہل ایمان اپنی سابقہ شاندار اور درخشندہ روایات کو ضرور زندہ رکھیں گے اور اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد اور خدمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔

امتحان وفاق کی جوابی کاپیوں کی مارکنگ
اور نتائج مرتب کیے جانے کے مختلف مراحل

رشید اشرف نور
رکن امتحانی کمیٹی وفاق المدارس العربیہ پاکستان
استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے دینی مدارس کا سب سے بڑا امتحانی بورڈ اور ایک عظیم ادارہ ہے۔ شیخ الحدیث استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زیدمجدہم بانی جامعہ فاروقیہ کراچی وفاق المدارس کے صدر ہیں، جبکہ جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہتمم مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم اسکے ناظم اعلی ہیں۔

اس سال ۱۴۳۱ھ میں وفاق کے نظام کے تحت چودہ ہزار سے زائد مدارس کے تقریبا دو لاکھ طلبہ وطالبات نے حفظ قرآن کریم، دراسات دینیہ اور درس نظامی کے مختلف مراحل (متوسطہ، (مساوی مڈل) خاصہ، (مساوی انٹر) عالیہ، (مساوی بی اے) عالمیہ، (مساوی ایم اے اسلامیات) میں امتحان دیا۔

وفاق کے نظم کے تحت پورے پاکستان کی امتحانی جوابی کاپیوں (جن کی تعداد آٹھ لاکھ سے زائد ہے) کی چیکنگ کا عظیم عمل مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دام اقبالہم کے قابل قدر تعاون سے بڑے نظم وضبط اور احسن طریق کے ساتھ جامعہ دارالعلوم کراچی میں پورے پاکستان کے وقیع علماء کی مدد سے تکمیل کو پہنچا۔ نتائج مرتب کرنے کا عمل حسب معمول دفتر وفاق ملتان میں ہوا عنقریب وفاقی نتائج کا اعلان متوقع ہے۔

درج ذیل مضمون سے متعلقین وفاق اور دیگر محبین کو وفاق کی امتحانی جوابی کاپیوں کی مارکنگ اور نتائج مرتب کیے جانے کے مختلف مراحل سے باخبر کیا جانا مقصود ہے تا کہ وفاق کے اس عظیم کام کے بارے میں بخوبی آگاہی ہو سکے۔ امتحان وفاق کی جوابی کاپیوں کی مارکنگ اور نتائج مرتب کیے جانے کے مختلف مراحل ہیں۔

﴿۱﴾ دفتر وفاق میں طلبہ کی جوابی کاپیوں کے بنڈل موصول ہونے پر پہلے مرحلے میں بطاقۃ الکراسۃ اور جوابی کاپی پر رقم سری درج کر کے بطاقۃ الکراسۃ کو علیحدہ کرنے کے بعد مرتب کر کے محفوظ کیا جاتا ہے۔

﴿۲﴾ رقم سری کے اندراج اور بطاقۃ الکراسۃ کی علیحدگی کے بعد ایسی کاپیوں کے بنڈل مرکز چیکنگ میں متعلقہ ممتحن کو چیکنگ کے لیے دیے جاتے ہیں۔

ایک کتاب کے ممتحنین کو حتی الامکان ساتھ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے تا کہ وہ کاپیوں کی چیکنگ کے دوران حسب ضرورت مشاورت کرسکیں نیز ممتحنین کے طعام وقیام کے مراحل میں حتی الامکان راحت رسانی کا خیال رکھا جاتا ہے تا کہ وہ بشاشت اور تمینلا کے ساتھ پرچوں کی چیکنگ کا کام انجام دے سکیں۔ ان مصالح کو حاصل کرنے کے لئے مرکز چیکنگ کے لئے چند سالوں سے جامعہ دارالعلوم کراچی جیسے وقیع ادارہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

﴿۳﴾ ممتحن کاپیوں کی جانچ کا عمل شروع کرنے سے قبل متعلقہ کتاب کا پرچہ سوال حل کرتا ہے، وفاق کی جانب سے